قدامہ ابن جعفر الکاتب

(نقد الشعر طبع جدید)

(جناب مولانا ابو محفوظ الکریم صاحب معصومی لکچرر اسلامی تاریخ مدرسہ عالیہ ۔ کلکتہ)

(۲)

استدراک بونبیا کر اس مسئلہ سے قطعاً بحث نہیں کرتا کہ کتاب البرہان کے ہر دو نسخوں پر بحیثیت مؤلف کے قدامہ بن جعفر کا نام لکھنے والے نے خواہ غلط ہی لکھا ہو آخر کس بنیاد پر لکھا اور اس غلطی کا منشا کیا ہے؟ میرے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ چھٹی ساتویں صدی کے دیبوں کے درمیان ضرور کوئی ایسی تالیف قدامہ کی مشہور و مروج رہی ہے جس کا موضوع نثر نگاری کا تھا۔ اور غالباً اس تالیف سے کتاب البرہان فی وجوہ البیان کی غیر معمولی مماثلت نگاہ غلط انداز ڈالنے والوں کے لئے گمراہ کن ثابت ہوئی ۔ میرا خیال کہ قدامہ کی کتاب نثر نگاری کے خاص موضوع پر تھی قوی بنیاد وں پر قایم ہے ۔

مقامات حریری کا معروف شارح ابو العباس احمد بن عبد المؤمن الشریشی (م ۶۱۹ھ) جس کی طرف العبادی، ڈاکٹر طبانہ یا بونبیا کرنے توجہ تک نہیں کی ہے اور ممکن ہے کہ اس بے التفاتی کی وجہ یہ بات ہو کہ الشریشی نے قدامہ کے ذکر میں بہ مشکل چار سطریں لکھی ہیں ۔ بہر حال کہنا یہ ہے کہ شریشی کی انھیں چند سطروں سے جو باتیں معلوم ہوتی ہیں ان میں سب سے زیادہ اہم یہ اطلاع ہے کہ قدامہ کی ایک کتاب نثر نگاری کے موضوع پر تھی جس کا نام سر البلاغۃ تھا شریشی کے اصل الفاظ پہلے سُن لیں :

هو ابو الوليد[1] بن جعفر كان بليغاً مجيداً عالماً باسرار صنعة الكتابة ولوازمها

وله كتاب يعرف بسر البلاغة في الكتابة وترجمة تدل على متضمنه وله تحقيق في

---

[1] قدامہ کی یہ کنیت تنہا شریشی نے بتائی ہے اسی طرح ابن تغری بردی تنہا شخص ہے جس نے قدامہ کی کنیت ابو جعفر بتائی ہے (نجوم زاہرہ : ج ۶ / ۳۲۳ لیدن) مشہور کنیت ابو الفرج ہے ۔

صنع البدیع بتمایز بعض نظرائه وتدقیق فی کلام العرب یربی فیه علی أکفائه وتحقیق فی علوم التعلیم أضرم فیها شعلة ذکائه فلذلك سار المثل ببلاغته واتفق المتقدم والمتأخر علی فضل براعته"[1]

یقین ہے کہ شریشی کتاب سر البلاغۃ سے ذاتی طور پر واقف اور اس سے غایت درجہ متاثر تھا جب ہی اس نے نام کی صراحت کر دی ہے۔ البتہ اس نے نقد الشعر کا ذکر نہیں کیا ہے تو اس کی وجہ میرے خیال میں کتاب نقد الشعر کی غیر معمولی شہرت ہی ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ شریشی جیسے جلیل القدر فاضل سے یہ بدگمانی غالباً جائز نہ ہوگی کہ قدامہ کی سر البلاغۃ کی اس کو اطلاع ہو اور نقد الشعر سے واقفیت نہ ہو بظاہر اسی بنا پر کہ سر البلاغۃ اپنی اہمیت کے باوجود اس درجۂ قبول کو نہ پہنچ سکی تھی جو درجہ کہ نقد الشعر کو حاصل ہوا شریشی نے خاص طور پر سر البلاغۃ کے ذکر پر اکتفا کیا۔ اب غور طلب یہ سوال ہے کہ سر البلاغۃ جس کی نشاندہی تنہا شریشی کرتا ہے، یہ قدامہ کی واقعی مستقل کتاب تھی یا اس نے کتاب الخراج وصناعۃ الکتابۃ کے ابواب متعلقہ فن کتابت کو سر البلاغۃ کا نام دیا ہے؟ یہ متیقن ہے کہ سر البلاغۃ نام کی کتاب شریشی کی اپنی ایجاد نہیں ہو سکتی بلکہ یہ کتاب شریشی کے دور تک کم از کم فضلاء کے مخصوص طبقہ میں اسی نام سے معروف و متداول رہی ہوگی۔

شریشی کے بیان کی تائید بڑی حد تک عبد الرحمٰن بن علی الیزدادی کے نوشتہ سے ہوتی ہے۔ جس کا زمانہ شریشی کی بہ نسبت قدامہ کے عہد سے قریب تر ہے۔ عبد الرحمٰن الیزدادی کی شہادت ہے کہ اس نے قدامہ کی ایک مستقل کتاب فن نثر نگاری پر دیکھی تھی جس میں قدامہ نے عربی زبان کے نمائندہ انشا پردازوں کے طرز نگارش پر نقد و تبصرہ کرتے ہوئے نثر نگاری سے متعلق فنی نکات و بدائع کو مرتب و مدون کیا تھا۔ اور قدامہ کی اسی تالیف کو دیکھ کر عبد الرحمٰن الیزدادی کو داعیہ پیدا ہوا کہ امیر شمس المعالی قابوس بن وشمگیر (م ۴۰۳ھ) کے رسائل و نگارشات کو ترتیب دے کر مقدمہ میں ان فنی نکات کو واضح کرے جن کی طرف قدامہ نے اپنی کتاب میں توجہ نہیں کی تھی۔ الیزدادی قدامہ کی

---

[1] شرح المقامات (ج ۱، ص [illegible])

کتاب کا نام نہیں بتاتا لیکن رسائل قابوس کے مجموعہ کو کمال البلاغۃ[1] کا نام دیتا ہے۔ کیا یہ خیال کرنا صحیح نہ ہوگا کہ جس طرح قدامہ پر استدراک کے شوق میں الیزدادی نے رسائل شمس المعالی کو مدون کیا اور ان نثری محاسن کی نشاندہی کی جن کو قدامہ کی طبع رسا نہ پا سکی تھی اسی طرح اس نے اس مجموعہ کو کمال البلاغۃ کا نام دے کر گویا قدامہ کی مذکورۂ بالا کتاب سر البلاغۃ سے مقابلہ کو بتانا چاہا ہے۔ بہرحال الیزدادی کا مقدمہ ان لفظوں سے شروع ہوتا ہے:

"قال[2] عبد الرحمٰن بن علی الیزدادی: إن کنت نظرت فیما ألفہ قدامۃ بن جعفر بذکر الکتابۃ وأفردہ من فصول مستخرجۃ من أثناء رسائل الکتاب وکلام البلغاء وأبیات عنہ من نظوم غریبۃ عربیۃ وذکر أنہا فی الحسن والجودۃ غایۃ فوجدت فی رسائل الامیر شمس المعالی قابوس بن وشمگیر کثیراً مما ذکرہ وأشار إلیہ من جمیع تلک الانواع بافصح وأوجز من تلک الالفاظ وأکمل فی تلک المعانی مع زیادات فی غرائب النظم وبدائع المعانی لم یکن خطر ببال قدامۃ إن تتسع لمثلہ قدرۃ فصیح بلیغ ویاتی بہ احد من ذوی البراعۃ"

یزدادی کی صراحت سے ثابت ہے کہ جس کتاب کی طرف وہ اشارہ کر رہا ہے وہ اپنے موضوع پر مستقل کتاب تھی۔ الشرتشی کی نشان دادہ کتاب کو میں الیزدادی کے نشان دادہ کتاب سے علیحدہ

---

[1] یہ کتاب ۱۳۴۱ھ میں السلفیہ قاہرہ میں مطبوع ہوئی۔ مقدمہ نگار محب الدین الخطیب کو اعتراف ہے کہ اس کے مرتب عبد الرحمٰن بن علی الیزدادی کی شناخت نہ ہو سکی (کمال البلاغۃ: ص ۱۱) راقم الحروف کے علم میں تاریخ طبرستان کا مؤلف ابن اسفندیار منفرد شخص ہے جس کو کمال البلاغہ کے مرتب کے نام سے واقفیت ہے۔ ابن اسفندیار مرتب کا نام ابو الحسن علی بن محمد الیزدادی اور کتاب کا پورا نام قرائن شمس المعالی وکمال البلاغۃ بتاتا ہے۔ اس وقت ابن اسفندیار کی انگریزی تلخیص پیش نظر ہے (مطبوعہ گب میموریل سیریز۔ ص ۹۲) ابن اسفندیار اس شخص کو کبھی صرف الیزدادی اور کبھی ابو الحسن محمد الیزدادی بھی لکھتا ہے۔ یہ مسئلہ دلچسپ اور تحقیق طلب ہے۔ میں نے قصداً کمال البلاغہ کے مطبوعہ نسخہ کی پیروی کی ہے۔ الیزدادی کی ایک کتاب تاریخ طبرستان کے موضوع پر عقود السحر وقلائد الدرر کے نام سے تھی۔ جس سے ابن اسفندیار کو تاریخ تبرستان کے مرتب کرنے میں مدد ملی تھی۔ [2] کمال البلاغۃ: ص ۱۶ مطبوعہ ۱۳۴۱ھ۔

نہیں سمجھتا۔ اگر اس اندلسی ادیب کی شہادت تنہا ہوتی تو کچھ بات بنائی جا سکتی تھی۔ لیکن اس کی تائید بصراحت ایک مشرقی ادیب کر رہا ہے جس کا بیان قدامہ کی اس تالیف کے سلسلہ میں بہت ہی مستند ہے خصوصاً جب کہ قدامہ کی اسی تالیف کو وہ اپنی تالیف کا محرک بھی قرار دیتا ہے۔ غرض کوئی وجہ نہیں کہ سر البلاغہ کے بارہ میں شریشی کی اطلاع کو ہم اہمیت نہ دیں۔

بزرادی کے بہت بعد عبد العظیم بن عبد الواحد العدوانی معروف بابن ابی الاصبع کی کتاب تحریر التحبیر کے ایک نہایت مستند نسخہ میں قدامہ کی طرف "نقدین" کا انتساب ملتا ہے۔ اُن کتابوں کی فہرست پیش کرتے ہوئے جن سے العدوانی نے کتاب تحریر التحبیر میں مدد لی ہے لکھا ہے[۱]۔ "ولقد وقفت من ھذا العلم علی اربعین کتابا منھا ماھو منفرد بہ وما ھذا العلم (کذا ؟) او بعضہ داخل فی ضمنہ کنقدی قدامۃ وبدیع ابن المعتز الخ"

ظاہر ہے کہ نقدین سے مراد نقد الشعر اور اس کے علاوہ ایک اور کتاب ہے جس کا نام ابن ابی الاصبع کے عہد میں نقد النثر مشہور ہوگا۔ ابن ابی الاصبع اگرچہ بہت متاخر ہے لیکن فن بیان و بدیع پر مجتہدانہ نگاہ رکھتا ہے اور اس فن کی کتابوں کے سلسلہ میں اس کا بیان اکثر و بیشتر قدیم نسخوں کے مشاہدہ و مطالعہ پر مبنی ہوتا ہے۔ لہذا قدامہ کی طرف نقدین کی نسبت کے یہی معنی ہوتے کہ اس کے علم میں بھی قدامہ کی ایک مستقل کتاب فن نثر سے متعلق ضرور موجود تھی۔ ابن ابی الاصبع کے بیان سے کتاب البرہان کے اسکوریال نسخہ پر جو کتاب نقد النثر کا نام لکھا ملتا ہے اس کی تائید ہو جاتی ہے گو اس سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہیں کہ اسکوریال کا نسخہ جس کی بنیاد پر عبد الحمید العبادی نے نقد النثر کو شائع کیا ہے قدامہ کی تالیف قرار پائے۔

اگر ابن ابی الاصبع کے بیان کی توجیہ یہ کی جائے کہ اس نے نقدین سے علاوہ نقد الشعر کے جس نقد النثر کو قدامہ کی تالیف قرار دی ہے[۲] وہ قدامہ کی اپنی تالیف نہ تھی بلکہ ایک اندلسی قاضی ابو عبد اللہ

---

[۱] تحریر التحبیر (قلمی) نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ ـــ ورق ۳ ر ب ۷۵ اس اندلسی ادیب کا زمانہ ۵۳۰ھ سے ۶۲۰ھ تک ہے۔ ابن الابار کی تکملۃ الصلۃ دیکھو (ج ا ر ص ۱۹۵ تا ص ۲۹۹) عبد الحمید العبادی (نقد النثر: ص ۳۱)

محمد بن ایوب بن محمد الغافقی کی مرتبہ کتاب تھی جس نے قدامہ کی کسی ضائع شدہ کتاب سے اقتباسات لئے اوران کو مرتب کرکے مجموعہ کا نام نقد النثر رکھدیا جیسا کہ ایطالوی مستشرق لقی دلا قیدا (Levi della Vida) کی تجویز ہے تو بے شک یہ امکان ہے کہ شاید اسی مجموعہ کی طرف ابن ابی الاصبع کا اشارہ ہو۔ لیکن الیزدادی اور تبریزی کے نوشتوں کی توجیہ کیا ہوسکتی ہے بجز اس کے کہ قدامہ کی ایک تالیف فن نثر پر تسلیم کرلی جائے جو یقیناً کتاب الخراج وصناعۃ الکتابہ کے علاوہ مستقل کتاب تھی۔

متن نقد الشعر کی تصحیح کے ذرائع | نقد الشعر کے زیر بحث ایڈیشن کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ متن کتاب کی تصحیح میں ایڈیٹر نے بڑی جان فشانی سے کام لیا ہے کتاب کے تمام قلمی نسخے جو معلوم ہوسکے ان کی قلموں کو حاصل کرکے اختلافات متن پر غور کیا اور بعد کی جن تالیفات میں نقد الشعر کی عبارتیں لفظ بہ لفظ یا کم وبیش تصرف کے ساتھ نقل ہوئی ہیں ان تالیفات سے بھی رجوع کیا ہے اوران ہی سے بعض مطبوعہ کتابوں کے قدیم تر نسخوں کی بھی نقلیں حاصل کیں۔

نقد الشعر کے کل تین نسخے معلوم ہیں۔ ان میں سے قدیم نسخہ اسکوریال[1] کے کتب خانہ میں زیر رقم ۲۴۲ کتاب البیان کے ساتھ ملتا ہے جس کو عبدالحمید العبادی نے نقد النثر کے نام سے شائع کردیا ہے۔ اور جس کی بابت تمام تر تفصیلات مذکور ہوچکی ہیں۔ کتاب البیان یا نقد النثر کے نسخہ کو اہل نظر ساتویں صدی کا نسخہ قرار دیتے ہیں۔ اس لحاظ سے نقد الشعر کا نسخہ بھی اسی زمانہ کا ہوگا اس لئے کہ دونوں کتابیں ایک قلم کی نوشتہ ہیں۔ اور اگر یہ تاریخ صحیح نہ مانی جائے تو اس میں شک نہیں کیا جاسکتا کہ یہ نسخہ قرن عاشر کا ہے۔ اس لئے کہ کتاب البیان کے سرورق پر سلطان مراکش امیر المومنین عبداللہ المراکشی کی ملکیت کی صراحت ملتی ہے۔ جس کی حکومت ۹۶۵ھ سے ۹۸۱ھ تک رہی ہے۔ ہسپانوی عیسائیوں نے ۱۶۱۲ء میں سلطان کی لائبریری کو لوٹ کھسوٹ کیا اور اس طرح یہ نسخہ مراکش سے ہسپانیہ کو منتقل ہوگیا۔

ع یاقوت معجم الادباء میں الآمدی کے حالات میں لکھتا ہے۔ "ثم رجدت بخطہ علی کتاب تبلیت قدامۃ وفی نقد الشعر" (ج ۶ ص ۸۶) عبارت غور طلب ہے اور اگر صحیح ہو تو اس سے قدامہ کی ایک کتاب کا نام "تبلیت" معلوم ہوتا ہے۔ [1] اس نسخہ کے لئے دیکھو العبادی کا مقدمہ نقد النثر ص ۹۔

دوسرا نسخہ کوپرولو میں زیر شمارہ ۱۲۴۵ ملتا ہے اس کے ساتھ ابن الاثیر کی کتاب المثل السائر کا نسخہ ہے یہ نسخہ قسطنطنیہ میں رجب ۱۰۵۰ھ میں لکھا گیا۔ کاتب عبدالرحمٰن بن مصطفی، قاضی زادہ ہے۔

تیسرا نسخہ جامعہ ییل (Yale) ولایات متحدہ امریکہ کے کتب خانہ میں زیر شمارہ ۴۲۶ ملتا ہے یہ نسخہ اواخر محرم ۱۲۴۵ھ میں لکھا گیا۔ الجوائب کے مطبوعہ نسخہ کی اصل کا پتہ نہیں چلتا ہے اس کو دوسرے اور تیسرے نسخوں سے زیادہ مطابقت ہے لیکن ان میں سے کسی نسخہ کو اس کی اصل قرار دینا مشکل ہے البتہ اس مطبوعہ نسخہ سے کہیں کہیں مدد لی گئی ہے۔ (ڈاکٹر طہ حسین الجوائبی نسخہ کی اصل کبرلی کے نسخہ کو قرار دیتے ہیں)[1]۔

دوسرے قلمی نسخے جن سے متن کتاب کی تصحیح میں مدد لی گئی ہے ان میں سے المرزبانی کی کتاب الموشح فی مآخذ العلماء علی الشعراء کے منفرد نسخہ (مکتبہ ینی جامع زیر شمارہ ۱۲۰۱) کو خاص اہمیت حاصل رہی ہے۔ یہ نسخہ ۶۳۶ھ میں عباسی دار الخلافہ بغداد میں لکھا گیا۔ لکھنے والے کا نام محمد بن علی النقاش ہے اور نسخہ منقول عنہا عبدالسلام بن الحسین البصری (م ۴۰۵ھ) معاصر المرزبانی کا نوشتہ تھا جس نے ۳۶۶ھ میں مؤلف کتاب کے خود نوشت نسخہ سے نقل لی تھی۔ ینی جامع کا نسخہ وزیر ابن العلقمی کے لئے لکھا گیا اس لئے اس کی صحت کا خاص اہتمام بھی ہوا ہوگا۔ اسی نسخہ کی نقل علامہ شنقیطی نے حاصل کرکے مصر سے اس کی اشاعت کی تھی۔ الموشح کے ذریعہ نقد الشعر کی جو عبارتیں محفوظ رہ گئی ہیں وہ قدامہ کے اصل نوشتہ سے قریب تر اور تصحیف و تحریف سے بڑی حد تک پاک سمجھی جا سکتی ہیں۔

طبع جدید کی خامیاں | بونیباکر کی اس عظیم ادبی خدمت کے اعتراف کے ساتھ ان مواقع کی نشان دہی بھی ناگزیر ہے جہاں طباعت غلط ہوگئی یا خود ایڈیٹر سے سہو ہوگیا ہے

(۱) نقد الشعر: ص۱۱ سطر ۱۵ — "ابیات یخبھا الاشجعی" "الاشجعی" بے معنی جملہ صحیح نہیں "الاشجعی" ہونا چاہیئے۔

---

[1] تمہید (نقد النثر: ص۱۶)

(۲) نقد الشعر : صفحہ۳۵ سطر ۹ سے "ابیات المخبل بن حنبل السکری" ۔ صحیح "المخبل" ہے۔

(۳) نقد الشعر : صفحہ۲ سطر ۷ لیلی الاخیلیہ کا ایک شعر ہے جس کی تخریج میں حوالہ (الخنساء صفحہ۱) ملتا ہے ۔ ایڈیٹر کے پیش نظر انیس الجبساء فی دیوان الخنساء مطبوعہ بیروت ۱۸۸۸ء ہے یہ شعر کتاب الاغانی (ج ۱۰ صفحہ۷۲) میں لیلی الاخیلیہ کے طویل قصیدہ میں ملتا ہے جو توبہ بن الحمیر کے مرثیہ میں ہے ۔ بعض الفاظ کتاب الاغانی میں قدامہ کی روایت سے مختلف ہیں ۔ ایڈیٹر کے سامنے الاغانی موجود ہے لیکن اس موقع پر اس کا حوالہ نہیں دیا ہے ۔

(۴) نقد الشعر : صفحہ۱ سطر ۵ سے "وقال ناهض بن توبۃ الکلابی" طبعۃ الجوائب میں بھی اسی طرح ہے ۔ ایڈیٹر کتاب الاغانی کے حوالہ سے (ج ۱۲ صفحہ۱۲۳) حاشیہ پر "ناهض بن ثومۃ" نقل کرتا ہے ۔ لیکن اس کی صحت پر گویا اعتماد نہیں رکھتا ۔ اسی بناء پر متن کتاب میں "توبۃ" کو باقی رکھتا ہے صحیح الاغانی کا نسخہ ہے ۔ قاموس میں اس شاعر کا نام ملتا ہے (مادہ نہض) زمخشری کی کتاب الجبال والامکنۃ والمیاہ میں ایک شعر درج ہے جس کے بعض نسخوں میں ثومۃ کے بجائے "تومہ" لکھا ہے لیکن صحیح "ثومہ" ہی ہے ۔ الجاحظ کی کتاب الحیوان[1] میں طباعت یا اصل نسخہ کی غلطی سے "ناهض بن برصۃ" ملتا ہے عربی اسماء میں توبۃ کا نام معروف ہے لیکن ناهض بن توبۃ" کا نام کہیں نہیں ملتا ۔ یاقوت کی معجم البلدان[2] میں کئی اشعار ناہض بن ثومہ کے ملتے ہیں جو میرے نزدیک اسی قصیدہ کے ابیات ہیں جس کا ایک شعر قدامہ نے نقل کیا ہے ۔ جاحظ کے یہاں دو شعر ملتے ہیں وہ بھی اسی قصیدہ کے ہیں ۔

(۵) نقد الشعر : صفحہ۲ سطر ۱۱ ۔ لیلی الاخیلیہ کے مذکورہ قصیدہ کا ایک شعر ہے یہاں بھی صرف (الخنساء صفحہ۱) کا حوالہ ملتا ہے یہ شعر بھی کتاب الاغانی میں ملتا ہے اور ترتیب میں مذکورہ بالا شعر اس کے بعد ہی ہے ۔

[1] الحیوان (ج ۷ / ۳۶ طبعۃ الساسی) [2] معجم البلدان ۔ ج ۱ / صفحہ۱۶۹ ۔ صفحہ۱۶۵ ج ۲ / ۸۱۶ (طبعۃ وستنفیلا)

(۶) نقد الشعر: ص۸۵ سطر ۹ — لیلی الاخیلیہ کے مذکورہ قصیدہ کا ایک اور شعر ہے جس کی تخریج ایڈیٹر نے نہیں کی ہے ترتیب میں گیارھواں شعر ہے اور کتاب الاغانی میں موجود ہے' قصیدہ میں کل ۴۵ اشعار ہیں اور پورا قصیدہ الاغانی کے علاوہ محمد بن المبارک بن محمد بن میمون کی کتاب منتہی الطلب من اشعار العرب میں بھی درج ہے جس کا واحد قلمی نسخہ (لالہ لی استانبول شمارہ ۱۹۴۱) کی فلم ایڈیٹر کے سامنے ہے۔ میں نے اس قصیدہ کو محمد بن المبارک کی کتاب کے حوالہ سے البقاعی کی اسواق الاشواق میں دیکھا ہے۔

(۷) نقد الشعر: ص۹۵ سطر ۴ — زہیر بن ابی سلمی کا مشہور معلقہ کا شعر ہے:

کانّ فتاتَ العِهنِ فی کلّ منزلٍ   نزلن بہ حبُّ الفنا لم یُحطَّمِ

بحث کا تعلق لفظ "الفنا" سے ہی ایڈیٹر اس لفظ کو (بالقاف) ترجیح دیتے ہوئے اس کی تائید میں حاشیہ پر لکھتا ہے:

"کذا فی ق و ص والقانون (ص ۳۲۲) والنہایۃ (ج ۷/ص ۱۳۹ سطر ۱۷) وجمہرۃ اشعار العرب" ق سے مراد کوپریلی کا نسخہ اور ص سے مراد کتاب الصناعتین للعسکری (مطبوعہ آستانہ ۱۳۲۰ھ) ہے۔ بعض ماخذوں میں یہ لفظ (بالفاء) ملتا ہے ان کی نشاندہی حاشیہ میں کی گئی ہے:

— "فی ک و ع و خ ودیوان زہیر: الفنا" —

ک سے اسکوریال کا نسخہ، ع سے کتاب العمدہ ابن رشیق اور خ سے سر الفصاحۃ للخفاجی مراد ہے اس شعر پر کلام کرتے ہوئے قدامہ نے دوبار اس لفظ کو استعمال کیا ہے۔ اور دونوں جگہ اسکوریال اور کوپریلی کے نسخوں میں "الفنا" کا لفظ (بالفاء) ملتا ہے۔ چونکہ ایڈیٹر کے نزدیک صحیح لفظ "القنا" (بالقاف) ہے لہذا متن میں اس کی اصلاح کردی اور ف کو ق سے بدل کر حاشیہ پر لکھ دیا ہے:

— "تصحیح مقترحہ" پھر اسی لفظ کی بابت الحاقی تعلیقات (Notes + Additions)

میں لکھا ہے: ذا لقنا "القنا is Perhaps synonymous with ــــ
cf. the commentary on this line in the gamharat Ashaar
at Arab, p. 48: The Paris القنا شجر له حب احمر فیه نقط سود
M.S. of the K. at ـ Sinaatayn (fol. 148) Reads
(Notes. P. 78) القنا"

کتاب الصناعتین طبعہ آستانہ کے بارہ میں گذر چکا ہے کہ اس میں لفظ زیر بحث بالقاف ہے۔ اب یہ معلوم ہوا کہ اسی کتاب کا قدیم قلمی نسخہ جو پیرس میں محفوظ ہے اس میں لفظ زیر بحث بالفاء ہے اسی طرح جمہرۃ اشعار العرب کا نسخہ مطبوعہ ۱۳۰۸ھ ایڈیٹر کے سامنے ہے جس میں یہ لفظ بالقاف ہے لیکن راقم کے پیش نظر اسی کتاب کا نسخہ مطبوعہ ۱۳۴۵ھ ہے اور اس نسخہ میں اصل شعر اور شرح میں یہ لفظ بالفاء[1] ملتا ہے۔ ایڈیٹر کی نشاندہی کے مطابق نقد الشعر کے قدیم تر نسخہ اسکوریال میں بھی اسی طرح ہے اس نسخہ کو کوبریلی کے نسخہ پر جو گیارہویں صدی کا ہے ترجیح ہونی چاہئے۔ اور متن کتاب میں آپ دیکھ چکے ہیں کہ دونوں نسخے متفق ہو جاتے ہیں۔ الجوائبی مطبوعہ میں بھی لفظ کی یہی شکل ہے (ص ۱۳۳) الخفاجی کی سر الفصاحۃ جو معتمد اور قدیم نسخوں کی بنیاد پر مطبوع ہوئی ہے اس کے علاوہ دیوان زہیر کی دو شرحیں ایڈیٹر کے پیش نظر ہیں ایک الاعلم الشنتمری کی (مطبوعہ ۱۸۸۹ء) دوسری ثعلب کی (مطبوعہ ۱۳۶۳ھ قاہرہ) اور دونوں میں القنا (بالفاء) ملتا ہے۔ غرض ایڈیٹر کے پیش نظر ماخذ ثبوت کے لئے کافی ہیں کہ اس لفظ کو "بالفاء" ہونا چاہئے۔ مزید اطمینان کے لئے چند اور حوالجات یہ ہیں کہ زوزنی کی شرح میں ہے "والفنا عنب الثعلب" آگے یہ عبارت ملتی ہے "کأن قطع الصوف المصبوغ الذی زینت بہ الھوادج فی کل منزل نزلتہ ھؤلاء النسوۃ حب عنب الثعلب فی حال کونہ غیر محطم لانہ اذا حطم زایلہ لونہ شبہ الصوف الاحمر بحب عنب الثعلب قبل حطمہ" (ص ۷۷ ۱۳۴۴ھ) اصمعی کی کتاب

---

[1] جمہرۃ اشعار العرب ص ۶۹

القنات والشجر میں مذکور ہے " والقنا وھو عنب الثعلب " (البلغۃ فی شذور اللغۃ ص۱۹۱۴ء) فیروز آبادی باب الواو والیاء کی فصل القاء میں لکھتا ہے " والقناۃ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وعنب الثعلب ۔۔۔۔" اور فصل القاف کی عبارت یہ ہے والقنا بالکسر والفتح : الکباسۃ " ظاہر ہے کہ زہیر کے شعر میں مشبہ بہ سالم عنب الثعلب ہے۔ جس کی خصوصیت خود قدامہ نے ظاہر کر دی ہے کہ توڑنے پر اس کا رنگ جاتا رہتا ہے، کھجور کے خوشہ سے تشبیہ دینے کا یہ موقع نہیں ہے قطعی فیصلہ جوہری کی صحاح العربیہ سے ہو جاتا ہے کہ اس نے فصل القاء میں اس لفظ پر زہیر کا شعر شہادت[1] میں پیش کیا ہے۔ ان تصریحات کے بعد یونیا کر کا یہ کہنا کہ " القنا is Perhaps Synonymous with القناء" ہرگز کسی اصلیت پر مبنی نہیں۔ اس لئے کہ اس شعر میں لفظ کی صحیح شکل صرف " القنا " (بالقاف) ہے۔

(۸) نقد الشعر : ص۱۰۱ سطر ۳ عمرو بن شاس کا شعر :

تذکرت لیلی لات حین اذکارھا ۔۔۔۔ وقد حنی الاصلاح ضلّا بتضلال

اس کی تخریج میں صرف (Lane) کی مرتبہ ڈکشنری (مدّ القاموس) کا حوالہ ملتا ہے۔ میرے علم میں ابو زید الانصاری کی کتاب النوادر[2] میں عمرو بن شاس کا پورا قطعہ درج ہے جس کا آغاز اسی شعر سے ہوتا ہے۔ قطعہ میں کل سات اشعار ہیں اور قدامہ کے استاذ ابو العباس احمد بن یحیٰی (ثعلب) کی روایت کے بموجب تین شعر زائد ملتے ہیں اس طرح کل دس ابیات ہوئے۔ ایڈیٹر کے پیش نظر یہ شعر تنہا ہے اس لئے قافیہ کو متحرک سمجھ لیا ہے اگر پورا قطعہ سامنے ہوتا تو معلوم ہوتا کہ اس کے قوافی " وقل سال " اور " اذا صال " بھی ہیں۔ اسی وجہ سے اس کی روایت میں وقف کرنا پڑتا ہے۔ ابو زید نے تصریح کر دی ہے کہ " والشعر مقیّد "

(۹) نقد الشعر : ص۱۳۵ سطر ۷ خالد بن صفوان کا شعر :

فان صورۃ راقتک فاخبر فربما ۔۔۔۔ امرّ مذاق العود والعود اخضرُ

[1] صحاح الجوہری : ج ۲/ ۵۳۲ (قنی) دیکھو القصائد العشر (شرح ابو زکریا التبریزی) ص۵۶ کلکتہ ۱۸۹۴ء
[2] کتاب النوادر فی اللغۃ : ص۱۳۱ تا ص۱۳۲ ۱۸۹۴ء

حاشیہ میں لکھا ہوا ہے کہ یہ شعر اسکوریال کے نسخہ میں العتابی کی طرف منسوب ہے العتابی سے مراد بظاہر کلثوم بن عمرو ہی ہو سکتا ہے۔ بہرحال اس مسئلہ کی تحقیق نہیں ہو سکی۔ البتہ ایک قلمی مجموعۂ اشعار[۱] میں جو بہت زیادہ قدیم نہیں ہے یہی شعر ایک اور شعر کے ساتھ کسی شاعر کی طرف نسبت کے بغیر ملتا ہے:

وما المرء الا الاصغران لسانہ — ومعقولہ والجسم خلق مصور

فان ترمنہ مایروق فانّما — امرّ مذاق العود والعود اخضر

ممکن ہے کہ کسی متأخر شاعر نے تضمین کر دی ہو۔

(۱۰) نقد الشعر: ص۵۵ سطر ۶ ۔ " ومثل قول خالد بن زهیر ابن اخی ابی ذؤیب الهذلی "۔ قدامہ کی یہ عبارت تحقیق طلب ہے ابوذؤیب اور خالد بن زہیر میں اتنا قریبی رشتہ نہ تھا۔ ابن قتیبہ نے لکھا ہے[۲]۔ وکان ابوذؤیب یهوی امرأۃ من قومہ وکان رسولہ الیها رجلاً من قومہ یقال لہ خالد بن زهیر " البتہ المرزبانی اس کو " ابن اخت ابی ذؤیب الهذلی "[۳] کہتا ہے۔

۱؎ انوار الازہار (خط) ورق ۱۴۸ ب مکتبۂ خدا بخش خاں پٹنہ زیر شمارہ ۱۵۵۲ ۲؎ الشعر والشعراء: ص۲۵۲ مصر ۱۹۳۲ء ۳؎ معجم الشعراء: ص۳۷، الشواہد الکبریٰ (عینی) ج ۱/ ۲۹۵ (علی ہامش الخزانۃ)

تاریخ ملت کا گیارہواں حصہ

سلاطینِ ہند

جلد دوم

اس جلد میں سلاطین کشمیر، شاہانِ گجرات، سلاطین بہمنیہ، عماد شاہی، قطب شاہی، عادل شاہی وغیرہ مملکتوں کے ساتھ شاہانِ مغلیہ، ظہیر الدین بابر سے لے کر بہادر شاہ ثانی کے زمانے تک کے حالات بیان کئے گئے ہیں، تاریخ ملت کا یہ سلسلہ جامعیت اور اختصار کے ساتھ استناد و اعتبار کے لحاظ سے بہترین سمجھا گیا ہے، کتاب کی یہ جلد ابھی ابھی پریس سے آئی ہے

قیمت غیر مجلد تین روپئے آٹھ آنے

مجلد تین روپے بارہ آنے